زُہدِ نبوی ﷺ کی کیفیات

حافظ امجد حسین *

زُہد نبوی ﷺ سیرت کا ایک پہلو ہے۔ جس پر عمل، انسان کو اللہ تعالیٰ پر کامل یقین کی ایسی قوت عطا کرتا ہے جو دنیا کی محبت کو دل سے نکالنے اور ہر مصیبت و پریشانی میں ،اس کے لیے آخرت کے ثواب کی امید رکھنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ زاہدانہ رویہ انسان کو مذمت کے خوف سے حق چھوڑنے، اور مدح کی امید میں باطل امور سرانجام دینے سے محفوظ ،اور مخلوق خدا کی بے لوث خدمت پر اسے ہر وقت مستعدر کھتا اور قلب و بدن کی راحت کا بھی بہترین ذریعہ ہے۔ آپ ﷺ نے زہد کی ترغیب دیتے ہوئے اسے خالق و مخلوق کی محبت کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے (ازهدْ فى الدنيا يحبَّكَ اللّٰهُ وازهدْ فيما فى أيدى الناسِ يحبَّكَ الناسُ) (۱) ”دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے نیاز ہو جاؤ، لوگ بھی تم سے محبت کریں گے۔“ سیرت النبی ﷺ کے اس اہم موضوع پر امت کے کئی علماء نے لکھا ہے (۲)۔ مقالہ ہذا میں ”زُہد نبوی ﷺ کی کیفیات“ کو مختلف عناوین کے تحت زیرِ قلم لایا گیا ہے۔ جن پر عمل دلوں کی تطہیر، عقلوں کی جِلا اور دنیا و آخرت کی فوز و فلاح کا موجب ہوگا۔ ان شاء اللہ

ا۔ زہد: لُغوی و اصطلاحی مفہوم اور اقسام

الف۔ لُغوی مفہوم

لغت میں باب عَلِمَ ،مَنَعَ اور ثعلب لُغوی کے نزدیک کَرُمَ سے زُهْدًا، زَهْدًا اور زَهَادَةً ، زُهد کے مصادر ہیں، جس کے معنی ہیں کنارہ کشی کرنا، جو رغبت کا متضاد ہے۔ بقول جوہری ”الزُهدُ: خلاف الرَغبة-تقول: زَهَدَ في الشي وعن الشي ، يَزْهدُ زَهدًا و زَهادَةً . وزَهدَ يَزْهدُ لغة فيه“ ۳۔ زہد، دین کی خاطر دنیا سے کنارہ کشی کے لیئے خاص ہے۔ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں ”الزهدو الزّهادةُ: في الدُّنْيا ولايقال الزُّهد الّافي الدنيا خاصَّةً، والزُهد: ضد الر غبة والحرص على الدنيا والزهادة في الآ شياء كلها: ضد الرغبة“ (۴)۔ زُہد، کتاب و سنت کے تقاضے پر ترک دنیا، بے رغبتی، بے اعتنائی ، اعراض اور کفِ نفس کا نام ہے۔ اس کے مفہوم میں کسی چیز کو حقیر، کم قیمت اور گھٹیا سمجھ کر چھوڑ دینا اور اس سے زیادہ بہتر کو اختیار کرنا بھی شامل ہے۔ قرآن پاک میں بھی یہ لفظ اس مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے (وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ) (۵)۔ ”یعنی وہ لوگ ان (یوسفؑ) کے قدر دان تو تھے ہی نہیں۔“

ب۔ اصطلاحی مفہوم

دنیا کی غیر مفید چیزوں کو اخروی بھلائی کے لیئے چھوڑنا حقیقی زہد ہے۔ امام ابن تیمیہؒ (م۷۲۸ھ) فرماتے ہیں ”آخرت کے لیے غیر مفید چیزوں کو ترک کرنا زہد، اور آخرت میں نقصان کے خوف سے کسی چیز کو چھوڑنا ورع ہے“ (۶)۔ سفیان ثوریؒ (م۱۶۱ھ) کا قول ہے۔ ”دنیا میں امیدوں کو مختصر کر دینے کا نام زہد ہے، رُوکھا سوکھا کھانا اور موٹا لباس پہننا زہد نہیں“ (۷)۔ جنید بغدادیؒ کہتے ہیں (استصغار الدنيا ومحو آثارها من ا لقلب) (۸) ”دنیا کو کمتر اور چھوٹا سمجھنے اور دل کو دنیاوی الائشوں سے پاک کرنے کا نام زہد ہے۔“ وُھیب مکیؒ کا فرمانا ہے۔ ”دنیا میں کسی چیز کے نہ ملنے پر افسوس، اور مل جانے پر خوشی نہ ہونا، زُہد ہے“ (۹)۔ قرآن پاک میں اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا گیا ہے (لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدر شعبہ علوم اسلامیہ ، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سمندری، ضلع فیصل آباد، پاکستان۔

تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ) (۱۰) ’’جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے اس پر افسوس نہ کرو، اور جو اللہ تمہیں عطا فرمائے اس پر اتراؤ نہیں‘‘۔ معلوم ہوا جو شخص جانے والی چیز پر افسوس اور ملنے پر اتراتا نہیں، وہی زہد کی حقیقی لذت کو پاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے زہد کی حقیقت و تعریف میں یہ روایت بیان کی جاتی ہے۔ ’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا سے بے رغبتی، حلال کو حرام یا مال ضائع کرنے سے نہیں ہوتی۔ دینا سے بے رغبتی کا مطلب یہ ہے کہ تجھے اپنے پاس موجود چیز پر، اللہ کے پاس چیزوں سے زیادہ اعتماد نہ ہو۔ اور تجھ پر جو مصیبت آئے اس کے ثواب کی زیادہ رغبت رکھتا ہو، کہ وہ (دنیا میں آنے کی بجائے آخرت میں پیش آنے کے لیے) تیرے لیے باقی رہے‘‘ (۱۱)۔ اس حدیث کے تابعی طبقے کے راوی، ابوادریس خولانیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث دوسری احادیث کے مقابلے میں ایسی ہے، جیسے عام سونے کے مقابلے میں خالص سونا۔ اللہ کی رضا اور اس کی تدبیر سے راضی ہونا، خوف و رجاء میں تمام مخلوقات سے تعلق توڑ کر اپنے تمام معاملات، اللہ تعالیٰ پر یقین کرتے ہوئے اس کے سپرد کرنا، دنیا کی طلب کو ایسے چھوڑنا کہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، تب بھی لوگوں سے بے نیاز رہنا حقیقی زہد ہے، جس کا اظہار و ریا بھی قابل مذمت سمجھا گیا ہے۔ عبداللہ بن مبارکؒ (م۱۸۱ھ) فرماتے ہیں (أَفْضَلُ الزُّهْدِ إِخْفَاءُ الزُّهْدِ) (۱۲) ’’بہترین زہد، زہد کا پوشیدہ رکھنا ہے‘‘۔ ابن الاعرابی نے زہد کی تعریف میں اسلاف سے پینتالیس اقوال نقل کیے ہیں (۱۳)۔ زہد کے مترادفات میں الرقاق، الورع، الفقر، تزکیہ، اخلاق، البر، تقویٰ، اور تصوف کے الفاظ شامل ہیں۔

ج۔ زہد کی اقسام

ابراہیم بن ادھمؒ (م۱۶۱ھ) نے زہد کی تین اقسام ذکر کی ہیں۔

۱۔ زہدِ فرض: حرام چیزوں کو چھوڑنا، یہ ادنیٰ درجے کا زہد ہے، جو ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۲۔ زہدِ فضل: ضرورت سے زائد حلال چیزوں کو ترک کرنا، یہ مباح و مستحب اور متوسط درجے کا زہد ہے۔ مثلاً مکروہات، فضول مباحث، بد نظری، لوگوں سے سوال اور زیادہ ملاقات وغیرہ سے پرہیز کرنا، یہ زہد فضیلت کا باعث ہے۔

۳۔ زہدِ سلامۃ: شبہات کا چھوڑنا، یہ اللہ تعالیٰ کی قربت کا باعث ہے۔ (۱۴)

امام ابن قیمؒ (م۷۵۱ھ) نے ایک چوتھی قسم کا بھی ذکر کیا ہے۔

۴۔ زہدِ جامع: مذکورہ تینوں اقسام پر محیط ہے، اللہ کے سواہر اس چیز سے، جو اسے مشغول کر دے، بے رغبتی اختیار کرنا زہد جامع ہے۔ (۱۵) اس سے مراد ہاتھوں کو دنیا سے خالی کرنا نہیں، بلکہ دنیا ہاتھوں میں ہوتے ہوئے اسے دل سے نکال دینا، زہد جامع اور اعلیٰ زہد ہے۔ جیسے سید ولد آدم ﷺ، خلفاء راشدینؓ اور عمر بن عبد العزیزؒ جیسی ہستیوں نے دنیا کو فتح کرکے اس سے زُہد اختیار کیا۔ حقیقی زہد کا حصول تبھی ممکن کہ انسان خود کو اس دنیا میں ایک مسافر سمجھے جس کے یہاں قیام کا وقت بھی مقرر ہے، نفس کی خواہشات سے منہ موڑلے اور آخرت کی تمنا پر ثابت قدم رہے۔

۲۔ زہد اور زہد نبوی میں فرق

آپ ﷺ کا زُہد مبنی بر وحی الٰہی ہے، جس کا خالصتاً لوجہ اللہ ہونا قطعی ہے۔ جبکہ دیگر اہل زُہد و ورع کا زہد مبنی بر اخلاص بھی ہو سکتا ہے اور ریاکاری پر بھی۔ جس کا مقصد رضائے الٰہی بھی ہو سکتا ہے، حصولِ دنیا بھی۔ حقیقی نفس کشی کے لئے بھی ہو سکتا ہے، شخصی برتری کے لیئے بھی۔ یہ بات بھی یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ آخرت کی کامیابی زاہد کا مطلوب ہے یا دنیاوی مال کا حصول مقصود ہے۔ نبوی اور غیر نبوی زہد میں، صحت کے لحاظ سے قطعیت اور غیر یقینی ہونے کا بنیادی فرق ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کا زہد (ہمارے آج کل کے زاہدوں کی طرح) کچھ اضطراری نہ تھا، بلکہ اختیاری تھا۔ حقیقت یہ ہے

کہ ایسا ہی زہد صحیح معنوں میں زہد کہلا سکتا ہے جو ہر قسم کا سامان ہونے کے باوجود اختیار کیا جائے۔ غیر نبوی زہد پر عمل کرنے سے انسان افراط و تفریط اور غلو کا شکار بھی ہو سکتا ہے۔ ایمان کی بقا اور اُخروی کامیابی کے لیے غلو سے بچنا لازم ہے، یہ صرف نبوی زہد کی اتباع ہی سے ممکن ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں ''زہد میں محرمات و شہوات کا ترک اور عبادات میں اعتدال لازم ہے۔ بدعت جو انسان کو غلو میں مبتلا کرتی ہے، اس سے بچنا اور سنت کا لزوم، جو نفس کے لیے شیطان کے شر سے حفاظت کا ذریعہ ہے، بھی ضروری ہے'' (۱۶)۔

زہد کی مروجہ بعض صورتوں میں انسان کے دنیا سے الگ تھلگ ہو جانے، خاص رنگ کا لباس پہننے اور بعض کلمات اپنی زبان سے بار بار دہرانے کو بھی زہد تصور کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ رہبانیت ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ ہم نے فرض نہیں کی (وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ) (۱۷)۔ آپ ﷺ نے تو مباح چیزوں کے ترک کو بھی برا جانا ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے کسی کام کے بارے میں رخصت عطا فرمائی۔ لوگوں (صحابہؓ) میں سے کچھ لوگ اس سے بچنے لگے۔ جب آپ ﷺ تک یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ غصہ میں آگئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر غصہ کے اثرات نمایاں ہوگئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ جس کام کے کرنے کی میں اجازت دیتا ہوں، وہ لوگ اس سے اعراض کرتے ہیں، اللہ کی قسم! میں سب سے زیادہ اللہ کو جانتا ہوں اور میں ہی سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہوں'' (۱۸)۔ زاہد کی عبادات اور اعمال بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی مقبول ہوں گے جو سنت کے مطابق، ہیشگی اور اعتدال پر مبنی ہوں گے۔ نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، فرمایا ''جس پر ہیشگی کی جائے اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو، اور فرمایا نیک کام کرنے میں اتنی ہی تکلیف اٹھاؤ جتنی طاقت ہے (جو ہمیشہ نبھ سکے)'' (۱۹)۔ رسول اللہ ﷺ نے میانہ روی کی فضیلت میں فرمایا ہے۔ ''نیک چلنی، خوش خصلتی اور میانہ روی نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جز ہے'' (۲۰)۔ آپ ﷺ نے عبادات میں ایسے سخت مجاہدہ سے منع فرمایا، جو انسانی جسم وجان کی تکلیف کا باعث بنے اور سنت رسول ﷺ کے خلاف ہو۔ مسنون زہد، اعتدال اور عمل پر ہیشگی کا درس دیتا ہے جبکہ مروجہ زہد، غلو و عدم اعتدال پر مبنی ہے۔ لہٰذا یقینی اور حقیقی کامیابی صرف مسنون زہد میں ہی ہے۔

۳۔ زہد نبوی ﷺ کی کیفیات

الف۔ داخلی و باطنی کیفیات

زاہدانہ نظریات واحساسات، زہد کی داخلی کیفیات کہلاتی ہیں، جن کا اظہار خارجی طور پر عملی انداز میں بھی ہو سکتا ہے۔ زہد نبوی ﷺ کی اہم ترین داخلی کیفیات درج ذیل ہیں۔

ا۔ رقتِ قلبی اور خوفِ الٰہی سے رونا

رقت قلبی کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ اکثر اپنی عبادت میں آنسوؤں سے روتے، ''ایک دن ابن مسعودؓ سے آپ ﷺ نے قرآن سنانے کی فرمائش کی، انہوں حیرت کا اظہار کیا، تو آپ ﷺ سے فرمایا، میں چاہتا ہوں کہ کسی اور سے بھی سنوں، انہوں نے سورۃ النساء کی تلاوت شروع کر دی، جب اس آیت پر پہنچے (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا) (۲۱)۔ تو آپ ﷺ نے ابن مسعودؓ سے فرمایا، اتنا کافی ہے، ابن مسعودؓ کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو نکل کر آپ کے رخساروں پر بہ رہے تھے'' (۲۲)۔ آپ ﷺ کی عادت پاک تھی کہ ''ہنستے زیادہ نہ تھے، صرف تبسم فرماتے، اور سب لوگوں کی طرف توجہ فرماتے۔'' آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ (لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا) (۲۳) ''اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں، تم کم ہنسو اور زیادہ روؤ''۔ حضرت براءؓ

فرماتے ہیں: ”ہم آپ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھے۔ رسول اللہ ﷺ ایک قبر کے کنارے بیٹھ کر اتنا روئے کہ مٹی تر ہو گئی، پھر فرمایا بھائیو! ایسی چیز (قبر) کے لیے تیاری کر لو“ (۲۴)۔ قبر آخرت کا پہلا مرحلہ ہے، موت اور قبر کے مراحل یاد کر کے رونا، اللہ کے خوف میں شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت (إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ) (۲۵) کی تلاوت بھی فرمائی، پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر (اللھم اُمتی اُمتی) فرماتے جاتے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے (۲۶)۔ آپ ﷺ اتنے نرم دل تھے کہ مفلوک الحال لوگوں کی حالت برداشت نہ ہوئی ،تو فوراً مسجد آکر لوگوں سے ان کی مدد کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا (۲۷)۔ یہ زہد نبوی میں رقت قلبی اور خوف الٰہی کی ایک ادنٰی سی جھلک ہے۔

۲۔ دنیا سے بے رغبتی

آپ ﷺ اور صحابہؓ کی ابتدائی زندگی نہایت عسرت و تنگدستی میں گزری۔ مگر حضور ﷺ کی زندگی ہی میں صحابہ کرامؓ کی عسرت ،غنا اور فراخی میں ایسے تبدیل ہوئی کہ وہ بڑے دولت مند اور باغات و قطعات کے مالک بن گئے (۲۸)۔ آپ ﷺ بھی اگر چاہتے تو لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کے مالک ہو سکتے تھے اور عیش و عشرت سے زندگی بسر کر سکتے تھے، مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔ زندگی بھر زکوۃ کی نوبت نہیں آئی، حالانکہ آخری عمر میں ۹ لاکھ مربع میل کی اسلامی ریاست کے حکمران تھے اور ”آپ ﷺ کے گھر میں صرف ایک کھردری چارپائی، اور چمڑے کا سوکھا ہوا مشکیزہ تھا“ (۲۹)۔ دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ جبرئیلؑ نے حاضر ہو کر عرض کیا! آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ” آپ کو منظور ہے کہ ہم پہاڑوں کو آپ ﷺ کے لیے سونا کر دیں؟ جس سے آپ اپنی ضرورتیں پوری کریں“ آپ ﷺ نے سر جھکا لیا اور فرمایا: اے جبرائیلؑ! یہ دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو، یہ مال اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو، اور اسے وہی جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو (۳۰)۔ آپ ﷺ نے احد پہاڑ کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت ابوذرؓ کو دنیاوی مال سے بے رغبتی کی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ”اے ابوذرؓ! اگر میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ تین دن سے زائد میرے پاس جمع رہے۔ ہاں اگر ایسا ہو تو میں اپنے قرض کے مطابق رکھ لوں اور باقی سب بانٹ دوں“ (۳۱)۔ ایک بار آپ ﷺ نماز کے بعد جلدی سے گھر گئے، واپسی پر آپ ﷺ نے لوگوں کے تعجب کو محسوس کیا تو فرمایا ”ہمارے پاس سونے کا ایک ڈلا بچ گیا تھا، مجھے اس میں دل لگا رہنا برا محسوس ہوا، میں نے اسے بھی تقسیم کا حکم دے دیا۔ (۳۲) حالانکہ آپ ﷺ کی ضرورت کا یہ عالم تھا کہ جب دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بغرض غلہ رہن رکھی ہوئی تھی اور گھر میں اتنا بھی خرچ نہ تھا کہ چراغ کے لیے قیمتاً تیل منگوا لیتے (۳۳)۔ دنیا ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے اس سے اعراض کیا تھا۔

۳۔ اللہ کی نعمتوں کی قدر، اور حساب کی فکر

وقت، مہلت، فرصت، فراغت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ نبی ﷺ نے زندگی بھر وقت کا ضیاع ہرگز نہیں کیا، بلکہ ہر گھڑی اور لمحے کی قدر کرتے ہوئے انتہائی قیمتی بنانے میں صرف کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نعمتِ صحت کی قدر ایسے کرتے کہ ”آپ ﷺ اپنا اور گھر والوں کا کام خود کرتے“ (۳۴)۔ ”خندق کھودتے، اور ساتھ ہی فرماتے، اے اللہ! آخرت کی زندگی کے سوا کوئی زندگی نہیں“ (۳۵)۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کے ہمراہ ایک انصاری کے باغ سے انگور کھائے اور پانی پیا، تو فرمانے لگے قیامت کے روز ان (نعمتوں) کے بارے میں باز پرس ہو گی (۳۶)۔ آپ ﷺ کسی چیز کو ضائع نہ ہونے دیتے، یہاں تک کہ کھانے کے بعد انگلیوں کو بھی چاٹتے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ پر توکل اور کامل یقین

قلبِ محمد ﷺ کا مرکز اللہ عزوجل کی ذات تھی ،آپ ﷺ کے ارادوں کی پختگی اور اطمینانِ قلبی کی وجہ، اللہ تعالیٰ پر توکل اور پختہ یقین ہی تھا۔ غزوہ بنو مصطلق میں آپ ﷺ نے درخت کے سائے میں آرام فرمانے کا ارادہ فرمایا اور اپنی تلوار درخت سے لٹکا کر لیٹے ہی تھے کہ ہلکا سا نیند کا جھونکا آگیا، اچانک وہاں ایک مشرک، غورث بن حارث پہنچا اور اس نے آپ ﷺ کی تلوار اٹھا کر، آپ ﷺ پر سونت لی اور زوردار آواز میں بولا،(يا محمد من يمنعك مني اليوم قال: الله عز وجل ، ودفع جبريل في صدره فوقع السيف من يده) (۳۷) ''اب آپ ﷺ کو مجھ سے کون بچائے گا، رسول اللہ ﷺ نے نہایت اطمینان اور اللہ تعالیٰ پر بھرپور اعتماد سے فرمایا، ''اللہ'' جبریل امینؑ نے اس (کافر) کے سینے سے دھکا دیا (لفظ ''اللہ'' سن کر اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ) ،اس مشرک کے ہاتھ سے تلوار زمین پر گر گئی، جسے آپ ﷺ نے اٹھا کر فرمایا، اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ مشرک نے کہا، اے محمد ﷺ بہترین قابو پانے والے بن جاؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے معاف فرما دیا''۔ ہجرت مدینہ کے وقت غار ثور میں، ابو بکرؓ نے آپ ﷺ سے کہا کہ اگر ان کافروں نے اپنے قدموں کو بھی دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لیں گے، آپ ﷺ نے اللہ پر توکل سے لبریز یہ جملہ ارشاد فرمایا (ما ظنك باثنين الله ثالثهما) (۳۸) ''ان دو کو کیا سمجھتا ہے جن کا تیسرا خود اللہ ہے۔'' اس آیت (لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا) (۳۹) کی تلاوت بھی فرمائی۔ ہجرت ہی کے موقع پر سراقہ بن جعشم انعام کے لالچ میں آپ ﷺ کے تعاقب میں تھا، وہ اس قدر قریب پہنچ گیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کو پا سکتا تھا، ابو بکرؓ بار بار گھبرا کر اُدھر دیکھ رہے تھے، لیکن آپ ﷺ (کے اللہ پر بھروسے کا یہ حال تھا کہ) نے ایک دفعہ بھی مڑ کر نہیں دیکھا کہ سراقہ کس ارادہ سے آرہا ہے، آپ ﷺ کے دل پر وہی سکینت ربانی طاری تھی اور زبان پر تلاوت (۴۰)۔ رزق کے حوالے سے آپ ﷺ کے توکل علی اللہ کے بارے میں حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ (كان النبى لا يدخر شيئاً لغد) (۴۱) ''نبی ﷺ کل کے لیے کوئی چیز اٹھا نہیں رکھتے تھے'' احد و حنین کے معرکوں میں جب میدان جنگ کچھ دیر کے لیے جانثاروں سے خالی ہو گیا تھا، آپ ﷺ کا استقلال، توکل علی اللہ اور سکینت روحانی کی بہترین مثال ہے۔

ب۔ حیاتِ طیبہ کے مختلف گوشوں میں زہد کا خارجی وظاہری اظہار

رسول اللہ ﷺ کی زندگی قول وعمل کے تضاد سے مکمل پاک تھی۔ آپ ﷺ کی عملی زندگی میں زاہدانہ رویوں کے اظہار کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

ا۔ رسول اللہ ﷺ کا فقر وسادگی

فقر غنا کی ضد ہے، جس کا معنی مفلسی ہے، الجرجانی نے اس کی یوں تعریف کی ہے (الفقر عبارة عن فقد مايحتاج إليه أما فقد ما لا حاجة إليه فلا يسمى فقرا) (۴۲) ''فقر سے مراد کسی ایسی چیز کا نہ ہونا جس کی اسے (انسان کو) ضرورت ہو، اگر ضرورت ہی نہ ہو تو اسے فقر نہیں کہا جاتا''۔ نبی ﷺ فقراء کے ساتھ کی خواہش کرتے ہوئے، اللہ سے دعا فرمایا کرتے (اللهم احينى مسكيناً، وامتنى مسكيناً، واحشرنى فى زُمرةِ المساكين) (۴۳)۔ آپ ﷺ نے فقیر کو اللہ کا محبوب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا۔ ''اللہ تعالیٰ اپنے مومن، تنگ دست، سوال سے بچنے والے اور بال بچوں والے بندے سے محبت فرماتا ہے'' (۴۴)۔ فقراء کی آخرت میں کامیابی کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا تھا (اطلعتُ فى الجنة فرايتُ اكثر اهلها الفقراء) (۴۵) ''میں نے جنت میں جھانکا تو اس میں رہنے والے اکثر غریب لوگ تھے''۔ آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ ''فقراء، اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہونگے'' (۴۶)۔ فقیری مال ودولت کی کمی کا نام

ہے،دل کے غنا کے ساتھ فقر محمود اورانبیاء و صلحاء کی سنت ہے۔ دل میں اگر دنیا کی حرص اور لالچ ہو تو ایسی فقیری سے آپ ﷺ نے اللہ سے پناہ مانگی ہے۔آپ ﷺ کی ایک دعا کے الفاظ ہیں(اللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ) (۴۷) ۔سادگی ایسی تھی کہ کبھی کبھی آپ ﷺ مجلس سے اٹھ کر ننگے پاؤں گھر تشریف لے جاتے اور جوتا وہیں چھوڑ جاتے، یہ اس بات کی علامت ہوتی کہ پھر واپس تشریف لائیں گے (۴۸)۔ روزانہ کنگھی کرنا ناپسند فرماتے۔ غرض ہر چیز میں سادگی اور بے تکلفی پسند خاطر تھی۔

۲۔رسول اللہ ﷺ کا گزران

حضرت عمرؓ، نبی ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا،آپ بھوک سے دہرے ہو رہے تھے،اور کوئی کھجور بھی نہ تھی جس سے آپ ﷺ پیٹ بھر لیتے“ (۴۹)۔ حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کی تنگدستی کے متعلق اپنے بھانجے سے بیان فرماتی ہیں کہ ”ہم چاند کو تین ماہ تک دیکھتی رہتی تھیں مگر رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی، عروہؓ نے پوچھا ! گزارہ کیسے ہوتا تھا؟ فرمایا دو کالی اشیاء ،یعنی کھجور اور پانی پر گزارہ تھا“ (۵۰)۔ حضرت عائشہؓ ہی کا بیان ہے کہ ”آلِ محمد ﷺ کو مدینہ آنے بعد کبھی تین دن تک مسلسل گندم کی روٹی کھانے کو نہ ملی، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی روح قبض ہو گئی“ (۵۱)۔اور فرماتی ہیں ”نبی ﷺ کے گھرانہ نے اگر کبھی ایک دن میں دو مرتبہ کھانا کھایا تو اس میں ایک وقت ضرور صرف کھجور ہوتی تھی “ (۵۲)۔ ”نبی ﷺ کے لیے آٹے کو کبھی چھانا بھی نہیں گیا“ (۵۳)۔آپ ﷺ صرف حسب ضرورت رزق کے لیے اللہ سے یہ دعا فرمایا کرتے تھے (اللّٰھُمَّ ارْزُقْ آلَ مُحَمَّدٍ قُوتًا) (۵۴) ”اے اللہ ! آل محمد ﷺ کو اتنی روزی دے کہ وہ زندہ رہ سکیں“ معلوم ہوا، حسب ضرورت مال طلب بھی کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ سادہ اور زاہدانہ زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

۳۔لباس، بستر اور رہائش میں سادگی

ایک دفعہ ریشم کا کرتا ہدیہ آیا، آپ ﷺ نے پہن کر نماز ادا فرمائی، فارغ ہو کر نہایت کراہت اور نفرت کے ساتھ نوچ کر اتار ڈالا،اور فرمایا: ”پرہیز گاروں کے لیے یہ کپڑے مناسب نہیں“ ۵۵۔آپ ﷺ نے ایک بار تحفتاً دی گئی کمخواب کی قبا پہن لی ، پھر خیال آیا تو اُتار کر حضرت عمرؓ کو دی تا کہ وہ اسے فروخت کرکے اپنی ضرورت پوری کر لیں (۵۶)۔آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک قیمتی جوڑا عنایت فرمایا، وہ اسے پہن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، تو آپ ﷺ کے چہرے پر غصے کے آثار پیدا ہوئے اور فرمایا: میں نے اس لیے بھیجا تھا کہ اسے پھاڑ کر عورتوں کی چادریں بنائی جائیں“ (۵۷)۔ نبی ﷺ کا بستر ،اون یا روئی سے بھرا، قیمتی اور عمدہ نہ تھا، بلکہ چمڑے کا بنا سادہ، سخت اور ناہموار تھا۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے ”آپ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی“ (۵۸)۔ ”ایک بار حضرت حفصہؓ نے آپ ﷺ کے بستر کو چار تہ کرکے بچھایا کہ ذرا نرم ہو جائے، صبح اٹھ کر نبی ﷺ نے ناگواری کا اظہار فرمایا“ (۵۹)۔ یہ انتہائی سادگی کی مثال ہے۔ نبی ﷺ رہائشی زیب وزینت پر ضرورت سے زیادہ خرچ کو پسند نہیں فرماتے تھے۔آخر ایام میں نبی ﷺ کی نو بیویوں کے الگ الگ حجرے تھے، جن میں نہ صحن تھا نہ دالان اور نہ ضرورت کے الگ کمرے تھے، ہر حجرہ کی وسعت عموماً چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی، دیواریں مٹی کی تھیں جن میں شگاف پڑ گیا تھا اور ان کے اندر دھوپ آتی تھی، چھت کھجور کی شاخوں اور پتوں سے بنی تھی، بارش سے بچنے کے لیے بال کے کمبل لپیٹ دیے جاتے تھے، بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو سکتا تھا، گھر کے دروازوں پر پردہ ہوتا تھا، کاشانہ نبوت میں رات کو چراغ تک نہیں ہوتا تھا۶۰۔آپ ﷺ کی یہ زاہدانہ زندگی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

۴۔ زاہدانہ اخلاقِ حسنہ

آپ ﷺ نے برے لوگوں سے بھی کبھی بد خلقی نہیں کی۔ ''ایک شخص نے نبی ﷺ سے اندر آنے کی اجازت چاہی، آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا برا ہے فلاں قبیلے کا آدمی یا (آپ ﷺ نے فرمایا) کہ برا ہے فلاں قبیلے کا بیٹا، (تا کہ لوگ اس کے شر سے بچ سکیں) پھر جب وہ نبی ﷺ کے پاس آکر بیٹھ گیا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ بہت خوش خلقی سے پیش آئے، اس کے جانے کے بعد حضرت عائشہؓ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! جب آپ نے اسے دیکھا تو اس کے متعلق یہ کلمات فرمائے، ملے تو بہت خندہ پیشانی سے بات کی، تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ: تم نے مجھے بد گو کب پایا، قیامت کے روز اللہ کے ہاں وہ لوگ بدترین ہوں گے، جن کے شر کے ڈر سے لوگ ان سے ملنا چھوڑ دیں'' (۶۱)۔ رسول اللہ ﷺ دشمنوں سے بھی خیر خواہی فرماتے، اور مسلمان کا اتنا لحاظ فرماتے کہ ''جب عبد اللہ بن ابی بن سلول (دشمن اسلام، منافق) فوت ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے بیٹے عبد اللہؓ بن عبد اللہ (صحابیؓ) کی خواہش پر کفن کے لیے اپنی قمیص عطا فرمائی اور جنازہ بھی پڑھایا تھا'' ۶۲۔ بعد اللہ تعالیٰ نے کفار و منافقین کے لیے دعا سے منع فرما دیا تھا۔ قحط کے زمانے میں ایک شخص نے باغ سے چوری کر کے کھا لیا اور کچھ چھپا بھی لیا، مالک نے اسے مارا اور کپڑے بھی اتروا لیے، ملزم آپ ﷺ کے پاس شکایت لے کر آیا، مدعا علیہ بھی ساتھ تھا، جسے مخاطب ہو کر نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ جاہل تھا اس کو تعلیم دینا تھا، یہ بھوکا تھا اسے کھلانا تھا۔'' نہ صرف یہ کہ کر کپڑے واپس دلوائے اور ساتھ ایک وسق غلہ بھی اپنے پاس سے عنایت فرمایا ۶۳۔ نبی ﷺ ایک بار گوشت تقسیم فرما رہے تھے، کہ حضرت حلیمہ (رضاعی ماں) آپ ﷺ کے پاس چلی آئیں، آنحضور ﷺ نے دیکھا تو انتہائی تعظیم کی اور اپنی چادر مبارک ان کے لیے بچھا دی (۶۴)۔ نبوی اخلاق حسنہ کی اتباع زُہد کی اہم علامت ہے۔

۳۔ زہدِ نبوی اور تعلیمِ امت

رقت قلبی اور خشیت الٰہی سے رونے کا رسول اللہ ﷺ نے یوں حکم فرمایا ہے۔ (ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا) (۶۵) ''تم میں سے جو رو سکتا ہے روئے، جو نہیں رو سکتا وہ رونے کا انداز بنائے''۔ اللہ کے خوف سے آنسو بہانے والے کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمْ اللَّهُ رَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ) (۶۶) ''سات لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنا سایہ نصیب فرمائیں گے، جن میں سے ایک وہ شخص ہو گا، جس نے اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑے''۔ جرائم کی ایک بڑی وجہ دلوں کی سختی ہے، جب کہ موت کی یاد، قرآن کی تلاوت اور یتیموں سے شفقت، دنیا کی حقیقت کو جان کر رونا، اس کا بہترین علاج ہے۔ اور ''زیادہ ہنسنا دلوں کو مردہ کرتا ہے'' (۶۷)۔ جب دل مردہ ہو جائے تو اس میں نرمی کی جگہ سختی، رحم کی جگہ سنگ دلی اور انصاف کی جگہ ظلم کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں، احساس ایسے مردہ ہو جاتا ہے کہ نیکی سے محبت اور برائی سے نفرت ہی ختم ہو جاتی ہے۔

آپ ﷺ نے اپنی امت کو دنیا سے بے رغبتی کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا۔ ''دنیا ملعون ہے، اس میں جو کچھ ہے سب ملعون ہے، سوائے اللہ کے ذکر اور اس سے تعلق رکھنے والی اشیاء کے، اور سوائے عالم اور طالب علم کے'' (۶۸)۔ نبی ﷺ نے (زهرة الدنيا) ''دنیا کی چمک'' کے بارے میں اپنی امت کے فتنے میں پڑ جانے کے خدشات کا اظہار فرمایا، (۶۹)۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو، دنیا کی حقارت اس طرح سمجھائی کہ ''آپ ﷺ کا گزر چھوٹے کان والے بکری کے مردہ بچے کے پاس سے ہوا، صحابہؓ نے جب اسے کسی بھی قیمت پر لینے سے انکار کیا، تب آپ ﷺ نے فرمایا (فو الله للدنیا أهون على الله من هذا عليكم) (۷۰) ''قسم خدا کی! اللہ جل جلالہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے، جتنا یہ تمہارے نزدیک ہے''۔ انسان میں دنیا کی بڑی رغبت اور حرص ہے، جس سے نجات کا طریقہ آپ ﷺ نے یہ

بیان فرمایا (كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ)(۷۱) ''دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی غریب الوطن مسافر یا راہ گزر ہوتا ہے''۔ نبی ﷺ کی ان تعلیمات کا مقصود یہ ہے کہ مسلمان اس جہاں سے ایسی دلی وابستگی پیدا نہ کرلیں کہ، راہ خدا میں جان نثار کرنے کا جذبہ ہی معدوم ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کا درس دیا ہے، کیونکہ یہ اللہ پاک کی قدر کا اظہار ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے(نعمتان مغبُون فيهما كثير من الناس، الصحة والفراغ) (۷۲)''دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی اکثر لوگ قدر نہیں کرتے، صحت اور فرصت''۔اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا''پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو، زندگی کو موت ،صحت کو بیماری، فرصت کو مصروفیت، جوانی کو بڑھاپے اور مالداری کو فقر سے پہلے'' (۷۳)۔اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا درست مصرف، دنیاوی ترقی، آخرت کی تیاری اور خالق کائنات سے اظہار تشکر کا بہترین ذریعہ ہے۔

توکل علی اللہ زاہد کے بنیادی خصائص میں سے ہے۔آپ ﷺ نے رزق کے بارے میں اللہ پر توکل کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا''اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا حق ہے، تو وہ تمھیں ایسے رزق دے گا جیسے وہ پرندوں کو دیتا ہے، جو صبح کو خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں'' (۷۴)۔آپ ﷺ کا فرمان ہے'' میری امت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب جنت میں جائیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے، نہ شگون لیتے ہیں اور اپنے رب پر ہی بھروسہ کرتے ہیں'' (۷۵)۔ توکل کا یہ مطلب نہیں کہ جائز اسباب بھی اختیار نہ کیے جائیں، پرندے بھی تو گھونسلے چھوڑ کر نکلتے ہیں اور رزق تلاش کر کے ہی کھاتے ہیں۔ انسان کو حرص سے بچتے ہوئے جائز ذرائع سے رزق حلال کی کوشش کرنا چاہیے۔آج بھی اللہ پر کامل یقین اور توکل، جبریل امینؑ کی مدد، رزق کی فراوانی، آخرت میں کامیابی اور دنیا کے دکھوں کا بہترین مداوا ہے۔

آپ ﷺ فقر کو پسند فرماتے اور اس کی تعلیم بھی دیتے۔ نبی ﷺ نے ایک مالدار متکبر شخص کو دیکھ کر فرمایا تھا''اگر ساری دنیا ایسے مالداروں، متکبروں اور کافروں سے بھر جائے تو ان سب سے ایک مومن مخلص شخص جو بظاہر فقیر نظر آتا ہے، بہتر ہے'' (۷۶)۔ اللہ نے نبی ﷺ کو اپنے پاس سے نادار صحابہؓ کو دور کرنے سے بھی منع فرمایا تھا(۷۷)۔

رسول اللہ ﷺ نے سادگی کی تلقین فرمائی ہے۔ لباس، بستر اور رہائش پر زیب وزینت اور تکلف اختیار کرنے کو ناپسند فرمایا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے :رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے دروازہ پر بنے خیمے کے پاس سے گزرے۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کیا ہے؟''لوگوں نے کہا : گول خیمہ ہے جو فلاں نے بنایا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''جو مال بھی اس طرح (بلاضرورت خرچ) ہو، وہ قیامت کے دن اپنے مالک کے لیے وبال کا باعث ہوگا۔'' انصاری کو جب آپ ﷺ کے اس فرمان کا علم ہوا تو اس نے خیمہ ہٹا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس صحابیؓ کے لیے فرمایا''اللہ اس پر رحم فرمائے، اللہ اس پر رحم فرمائے'' (۷۸)۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے''بندے کو اپنے تمام (جائز) اخراجات کا اجر ملتا ہے مگر جو مٹی میں خرچ کیا جائے۔'' یا فرمایا''جو عمارت بنانے میں خرچ کیا جائے (اس کا ثواب نہیں ملتا۔'') (۷۹)۔ گھر کا اصل مقصد بارش اور دھوپ سے بچاؤ، نجی زندگی کا تحفظ اور پردے کا اہتمام ہے۔سادہ زندگی انسان کو دنیا کا غلام بننے سے محفوظ رکھتی، شکر وقناعت اور صبر کی اعلیٰ صفات سے مزین کرتی ہے۔آپ ﷺ کی زاہدانہ زندگی اور تعلیمات بہترین نمونہ ہیں۔

نبی ﷺ کے زاہدانہ اخلاق میں سے کم بولنا بھی ہے،آپ ﷺ نے کم بولنے کی ترغیب میں فرمایا''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے،اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات کرے یا خاموش رہے'' (۸۰)۔ قیل وقال سے منع فرماتے، لایعنی باتوں کا ترک ،بندے کے اسلام کی خوبصورتی بتایا(۸۱)۔ متقی ،دل کے صاف ،سچے اور پاکباز بندے کو، جس (کے دل) میں گناہ، زیادتی، کینہ اور حسد نہ ہو، اسے دوسروں سے افضل قرار دیا (۸۲)۔ حکمت و اخلاق کا خلاصہ اور

اصل الاصول یہ ہے کہ آدمی سوچ کر، سچ بات کہے، بن سوچے جو منہ پر آئے کہ دینا، نادانوں کا کام ہے، اور یہی نادانی معاشرتی اختلافات کی ایک وجہ ہے۔آپ ﷺ عاجزی اختیار فرماتے، صبر اور شکر کا اظہار کرتے اور معاف بھی فرماتے، قناعت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ''کامیاب وہ ہے جسے اسلام کی ہدایت مل گئی، ضرورت کے مطابق رزق مل گیا اور وہ اس پر قانع بھی ہو گیا'' (۸۳)۔ کامیابی زیادہ رزق میں نہیں، بلکہ موجود رزق پر قناعت اور شکر ہی اصل دولت اور کامیابی ہے۔ لوگوں سے حسب ضرورت ملنا چاہیے، اسی لیے بری صحبت سے تنہائی کو بہتر سمجھا گیا ہے۔ جمعہ، جماعت اور فرائض اسلام کے اہتمام کا درس دیا، آپ ﷺ نے اخلاق حسنہ میں سے کئی اعمال کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اعمال قرار دیا اور انہیں سرانجام دینے کا حکم بھی فرمایا، مثلاً ''اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اور انکی معصیت سے بچنا، امراء کی معروف میں اطاعت، مشکل حالات میں رزق حلال کا حصول، اور نفلی عبادات کا اہتمام، وقت پر نماز کی ادائیگی، والدین کی عزت و خدمت، زبان کو ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رکھنا، جہاد فی سبیل اللہ، نیکی پر ہمیشگی اگرچہ کم ہو، بھوکے مسکین کو کھانا کھلانا، اس کے قرض اور دکھ کو دور کرنا، فرائض کی ادائیگی کے بعد کسی مومن کو خوش کرنا، اللہ کے لیے محبت اور اسی کے لیے دشمنی کرنا، جیسے اعمال شامل ہیں'' (۸۴)۔ صبر و شکر، تحمل و بردباری، اور تھوڑے پر قناعت، سخاوت ایسی کہ فقر کا ڈر نہ ہونا، اسی طرح ریاکاری اور تکبر سے بچنا اور تواضع اختیار کرنا، جیسے زاہدانہ اخلاق کی آپ ﷺ نے تلقین فرمائی ہے۔

خلاصہ بحث:

زہد نبوی ﷺ کی مذکورہ کیفیات و تعلیمات کو اپنانے سے دنیا آخرت میں درج ذیل فوائد ہو سکتے ہیں۔

۱۔ زہد انسان کو مصائب و آلام پر صبر جزیل کی ہمت اور اطمینان قلب دیتا ہے۔

۲۔ زہد سے دنیاوی تفکرات سے چھٹکارا اور معاملات میں نظم پیدا ہوتا ہے۔

۳۔ زہد نبوی ﷺ پر عمل محبت الٰہی، دعاوں کی قبولیت، رزق میں برکت اور اخروی کامیابی کا ذریعہ ہے۔

۴۔ زہد انسان کے لیے معاشرے میں مقام اور عزت نفس کا باعث بنتا ہے۔

۵۔ زہد انسان میں اخلاق حسنہ کو اپنانے کا جذبہ اور عدالت کے ملکہ کو قوی بناتا ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ زاہد کو زہد کی وجہ سے دین کی سمجھ اور اپنے عیوب دیکھنے کی بصیرت عطا فرماتا ہے۔

۷۔ زہد حقیقی کے سبب انسان نفسانی خواہشات پر کنٹرول پا لیتا ہے۔

۸۔ زہد نبوی ﷺ کی تعلیم اور اس پر عمل کے ذریعے، مادیت پرستی کے عفریت سے چھٹکارا پا کر، نفسیاتی اور معاشرتی بگاڑ کو کم کیا جا سکتا ہے۔ زہد حقیقی کے رویے کی ترویج کے لیے، زہد نبوی ﷺ کی روشنی میں دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) ابن ماجہ، السنن، ابواب الزھد، رقم ۴۱۰۲؛ الطبرانی، المعجم الکبیر، رقم ۵۹۷۲؛ الحاکم، المستدرک، رقم ۷۸۷۳، وقال صحیح الاسناد؛ البیہقی، شعب الایمان، رقم ۱۰۵۲۲۔ یہ روایت سنداً ضیف ہے، شیخ البانی نے اس کے شواہد و متابعات کا تذکرہ کیا ہے (الصحیحۃ، رقم ۹۴۴)۔ لہٰذا تصحیح حدیث کی رائے ہی بہتر ہے۔ واللہ اعلم

(۲) زہد پر لکھی گئی باسٹھ کتب کا ذکر، ''کتاب الزھد للامام وکیع بن الجراح''، کے محقق عبد الرحمٰن عبد الجبار الفریوائی نے

مقدمة التحقيق میں، ص: ۱/ ۱۴۴تا ۱۵۳، کیا ہے۔ (مکتبۃ الدار المدینۃ المنورۃ، الطبعۃ الاولی، ۱۹۸۴ء)؛ مولانا نور محمد نے ''کتاب الزهد لابن ابی الدنیا'' کا اردو ترجمہ بعنوان ''زاہدوں کے واقعات'' کیا، جسے دارالاشاعت، کراچی نے ۲۰۰۱ء میں شائع کیا تھا؛ محمد صدیق المنشاوی کی کتاب ''الزهاد مأة اعظهم محمد ﷺ'' کا اردو ترجمہ بعنوان ''سو بڑے زاہدین اور ان کے سردار حضرت محمد ﷺ'' مفتی ثناء اللہ محمود نے کیا، جو بیت العلوم، لاہور سے ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر سعید الرحمٰن کی کتاب ''زہد: مفہوم اور تقاضے صحیح مسلم کا خصوصی مطالعہ'' ۲۰۱۰ء میں بیکن بکس، لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

(۳) الجوہری، ابی نصر اسماعیل بن حماد (م ۳۹۸ھ)، الصحاح، باب الدال فصل الزاي، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الخامسۃ، ۲۰۰۹ھ، ص: ۱/ ۲۹۴۔

(۴) ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی، لسان العرب، باب الزاي، مکتبہ اشرفیہ، کاسی روڈ کوئٹہ، ص: ۳/ ۱۷۰۲۔

(۵) یوسف ۱۲: ۲۰۔

(۶) ابن قیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ)، الفوائد، مکتبۃ الریاض الحدیثیۃ بالریاض، ص: ۱۱۸۔

(۷) وکیع بن الجراح (م ۱۹۷ھ)، کتاب الزهد، مکتبۃ الدار، المدینۃ المنورۃ، ط۱، ص: ۱/ ۲۲۲، رقم: ۶۔

(۸) البیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین (م ۴۵۸ھ)، کتاب الزهد الکبیر، دار الجنان، بیروت، ط۱، ص: ۶۶، رقم ۲۰۔

(۹) ابن الاعرابی، احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درہم ابو سعید، الزهد وصفة الزاهدین، دار الصحابۃ للتراث، طنطا، ط۱، ص: ۲۰۔

(۱۰) الحدید ۵۷: ۲۳۔

(۱۱) ابن ماجه، الزهد، باب الزهد فی الدنیا، رقم ۴۱۰۰؛ جامع الترمذی، رقم ۲۳۴۰۔

(۱۲) الماوردی، ادب الدنیا والدین، ص: ۱/ ۱۰۸؛ ابن ابی الدنیا، ابی بکر عبداللہ بن محمد، کتاب الزهد، رقم ۱۰۳۔

(۱۳) ابن الاعرابی، الزهد، دیکھئے ابتدائی صفحات۔

(۱۴) ابن ابی الدنیا، کتاب الزهد، رقم ۱۰۳؛ البیهقی، کتاب الزهد الکبیر، ص: ۶۹، رقم ۳۰، ۳۱۔

(۱۵) ابن قیم، الفوائد، ص: ۱۱۸۔

(۱۶) ابن تیمیۃ، احمد بن عبدالحلیم، الزهد والورع والعبادة، مکتبۃ المنار، اردن، ط۱، ۱۴۰۷ھ، ص: ۹، ۴۳۔

(۱۷) الحدید ۵۷: ۲۷۔

(۱۸) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب علمه ﷺ باللّٰہ تعالیٰ وشدة خشیته، رقم ۶۱۱۱؛ صحیح البخاری، رقم ۶۱۰۱، ۷۳۰۱۔

(۱۹) صحیح البخاری، رقم ۴۲۹۷، ۶۴۶۵؛ مسلم، رقم ۱۸۲۸۔

(۲۰) سنن ابی داؤد، رقم ۴۷۷۶، شعب الایمان للبیهقی، رقم ۸۰۱۰؛ کنزالعمال، رقم ۶۳۷۸۔

(۲۱) النساء ۴: ۴۱۔

(۲۲) صحیح البخاری، کتاب فضائل القران، رقم ۵۰۵۰۔

(۲۳) صحیح البخاری، الرقاق، باب قول النبی ﷺ لو تعلمون ما أعلم۔ رقم ۶۴۸۵، ۶۴۸۶، ۶۶۳۷؛ المستدرک، رقم ۸۷۲۴؛ مسلم، رقم ۹۰۱۔

(۲۴) ابن ماجه، الزهد، باب الحزن والبکاء، رقم ۴۱۹۵۔

(۲۵) المائدۃ ۵: ۱۱۸۔

(۲۶) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب دعا النبی ﷺ لامته وبکائه۔۔، رقم ۲۰۲۔